جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

The Interpretation of "*Lā Ikrāha fī al-Dīn*" from the Perspective of Ayatollah Maʿrifat

Mohammad Faker Meybodi[1] & Syed Mohammad Haider Naqvi[2]

Abstract

The verse "*Lā ikrāha fī al-dīn*" ("There is no compulsion in religion") has long intrigued Quranic commentators. Ayatollah Muḥammad Hādī Maʿrifat, in his exegesis, interprets this verse through narrations. He argues that religion is rooted in faith and belief, and the preceding verses prepare for the declaration that coercion has no place in religion. The phrase "*Qad tabayyana al-rushdu min al-ghayy*" (truly the right way has become clearly distinct from error) supports this, confirming its alignment with Sharīʿa principles. Ayatollah Maʿrifat asserts this verse is muḥkam (clear) and not abrogated. Religion, by nature, cannot be imposed, but this does not permit promoting falsehood or disrupting society. He also clarifies that the prohibition of compulsion does not conflict with verses on jihād, which aims to defend human dignity, eliminate tyranny, and eradicate corruption.

Keywords: Tafsīr al-Qurʾān (Quranic Exegesis), Ayatollah Maʿrifat, Īmān (Faith), Ikrāh (Compulsion), Dīn (Religion), and Jihād.

---

1. Professor and Faculty Member, Department of Qur'an and Hadith, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (m_faker@miu.ac.ir)
2. PhD in Comparative Qur'anic Studies, Higher Education Center for Qur'an and Hadith, Al-Mustafa International University, Qom, Iran. (haidernaqvi786@miu.ac.ir)

آیت اللہ معرفت کے نقطہ نظر سے "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کی تفسیر*

محمد فاکر میبدی[1] اور سید محمد حیدر نقوی[2]

اشاریہ

آیت "لا إکراہ فی الدین" (ترجمہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں") مفسرین قرآن کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ آیت اللہ محمد ہادی معرفت نے اپنی تفسیر میں اس آیت کو آثار (روایات) کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک دین عقیدہ اور ایمان کا نام ہے، اور اس آیت سے پہلے کی آیات اس حقیقت کی تمہید ہیں کہ دین میں جبر نہیں۔ آیت کا اگلا حصہ "قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" اس مفہوم کی دلیل فراہم کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ حکم شریعت کے اصولوں کے مطابق ہے۔ آیت اللہ معرفت کے مطابق یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہوئی۔ دین کی فطرت ہی ایسی ہے کہ اسے جبر سے قبول نہیں کرایا جا سکتا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ باطل کی تبلیغ یا معاشرتی نظام میں خلل ڈالنے کی اجازت دی جائے۔ وہ اس شبہے پر بھی گفتگو کرتے ہیں کہ دین میں اِکراہ کی نفی کا حکم آیاتِ جہاد و قتال سے متصادم نہیں۔ اسلام میں جہاد کا مقصد انسانی کرامت کا دفاع، طاغوتی طاقتوں کو ختم کرنا، اور فتنوں اور فساد کی جڑ کاٹنا ہے۔

کلیدی الفاظ: تفسیر قرآن، آیت اللہ معرفت، ایمان، آزادی، اِکراہ، دین اور جہاد۔

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۵/۲/۱۲ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ: ۲۰۲۵/۴/۲۸

۱. پروفیسر و فیکلٹی ممبر، شعبۂ قرآن و حدیث، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران. (m_faker@miu.ac.ir).

۲. پی ایچ ڈی مطالعاتِ تطبیقی قرآن، قرآن و حدیث ہائر ایجوکیشن سینٹر، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران.

(haidernaqvi786@miu.ac.ir).

تمہید

آیت "لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ دین کو قبول کرنا ایک اختیاری عمل ہے اور انسان کو مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے عقیدے کا انتخاب کرے۔ اس آیت کی اہمیت اور اس کے وسیع اثرات کی بناء پر یہ ہمیشہ سے مفسرین، فقہاء اور متکلمین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ آیت اللہ معرفت نے بھی دیگر مفسرین کی طرح اس آیت پر تفصیلی بحث کی ہے اور اسے روایتی اور عقلی دونوں زاویوں سے پرکھا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کے نظریے کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ وہ روایتی تفاسیر اور جدید تفسیری رجحانات کے درمیان ایک کڑی پیش کرتے ہیں۔ یہ نظریات نہ صرف اسلامی تعلیمات کو بہتر سمجھنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے حوالے سے گہرے تجزیے کے لیے بھی ایک قیمتی ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ مفاہیم

۱۔۱ إکراہ

لغوی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ "کُرہ" کے کئی معانی ہیں:

الف: وزن اور معنی کے لحاظ سے یہ "قبح" (ناپسندیدگی) سے مشابہ ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "كَرُهَ الأَمْرُ وَ الْمَنْظَرُ كَرَاهَةً فَهُوَ كَرِيهٌ"

ب: کُرہ "(پیش کے ساتھ) اور "کَرہ" (زبر کے ساتھ) نیز "إکراہ" ایسے عمل کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مکروہ (ناپسندیدہ) ہو اور محبوب (پسندیدہ) کے مخالف ہو۔

ج: "کَرہ" (زبر کے ساتھ) مشقت کے معنی میں آتا ہے، جبکہ "کُرہ" (پیش کے ساتھ) جبر و قہر کے معنی میں آتا ہے۔ (فیومی، ۱۴۱۴ق؛ جوہری، ۱۴۰۷ق، لفظ "کرہ") بعض علماء کا کہنا ہے کہ "إکراہ" کی اصل "إرادہ" کے مخالف ہے، اور "إرادہ" کا مطلب ہے کسی چیز کا انتخاب اور اختیار کے ساتھ طلب کرنا۔ (مصطفوی، ۱۹۸۱م: لفظ "کرہ")

اصطلاح میں "إکراہ" اس بات کو کہتے ہیں کہ کسی کو کسی ایسے کام پر مجبور کیا جائے جو اس کے لیے ناپسندیدہ ہو۔ شریف جرجانی لکھتے ہیں کہ "إکراہ" کا مطلب کسی شخص کو کسی ایسے عمل پر مجبور کرنا ہے جو شرعی یا فطری طور پر ناپسندیدہ ہو۔ (شریف جرجانی، ۱۴۰۳ق، ص ۳۳)

فقہ اور قانون میں، اگر کوئی شخص "إکراہ " (زبردستی) کا شکار ہو، تو اس کے بعض اعمال، جیسے خرید و فروخت (بیع) یا طلاق، شرعی طور پر مؤثر نہیں ہوتے۔ اسی طرح، اگر کسی شخص کو کسی حرام کام کے ارتکاب یا کسی واجب کو ترک کرنے پر مجبور کیا جائے، تو اسے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

"إکراہ " اور "اجبار " میں فرق ہے:

"اجبار " میں کسی فرد کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اسے ایک ہی راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

جبکہ "إکراہ " میں فرد کے پاس کچھ حد تک انتخاب کی گنجائش ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کسی کو مارنے کی دھمکی دے کر کسی واجب کو ترک کرنے پر مجبور کیا جائے، تو اس کے پاس دو راستے ہوتے ہیں: یا تو مار سہہ لے یا واجب کو ترک کر دے۔

۱۔۲ قرآن میں "اکراہ" کا استعمال

قرآن کریم میں "کُرہ " اور اس کے مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ ناپسندیدگی اور نفرت۔ جیسے کہ قرآن میں آیا ہے: «وَ لا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ»۔ حجرات: ۱۲

۲۔ کسی چیز کا طبیعت اور مزاج کے خلاف ہونا۔ جیسا کہ آیا ہے: «كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَكُمْ» بقرہ: ۲۱۶

۳۔ ناپسندیدہ عمل۔ جیسے کہ قرآن میں فرماتا ہے: «قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعاً أَوْ كَرْهاً لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْماً فاسِقِينَ» توبہ: ۵۳

۴۔ مشقت اور سختی۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: «وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسانَ بِوالِدَيْهِ إِحْساناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَ وَضَعَتْهُ كُرْهاً» احقاف: ۱۵

۵۔ زبردستی اور جبر۔ جیسے کہ ایمان پر زبردستی کرنے کے بارے میں فرمایا گیا: «مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمانِ» نحل: ۱۰۶۔ اسی طرح، جبری طور پر کسی کو ایمان لانے پر مجبور کرنے کے بارے میں فرمایا گیا: «وَ لَوْ شاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعاً. أَ فَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ» ہود: ۹۹ زبردستی ایمان لانے میں ہے۔

ان قرآنی معانی کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ «لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ» میں "اکراہ" سے مراد زبردستی اور جبر ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص زبردستی اور دباؤ کے تحت دین میں داخل ہو، تو وہ حقیقی مسلمان نہیں ہوگا، کیونکہ دین کا قبول کرنا ایک رضاکارانہ اور قلبی عمل ہے۔ یہ اصول اسلامی عقائد اور فقہ میں مختلف مواقع پر لاگو ہوتا ہے، جیسے کہ تقلید اور دیت کے معاملات میں، اور اسے "قاعدہ عدم الإکراہ فی الدین" (دین میں جبر نہ ہونے کا اصول) کہا جاتا ہے۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں "فی" کا مطلب "علی" ہے، یعنی اس کا مفہوم "لا إکراہ علی قبول الإسلام" ہے، یعنی "اسلام کو قبول کرنے میں کوئی جبر نہیں"۔ (زحیلی، ۱۴۲۲ق، ج۱، ص ۱۴۸؛ طنطاوی، ج۱، ص ۵۸۸) یہ آیت درج ذیل آیت کی طرح ہے: "وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ" نور: ۳۳۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کا مطلب محض دین میں داخل ہونے پر زبردستی کی نفی کی گئی ہے، نہ کہ ہر معاملے میں۔

۱۔۳ دین

بعض لغت دانوں کے مطابق، "دین" کا مطلب قبول کرنا اور اطاعت کرنا ہے۔ (فیومی، ۱۴۱۴ق؛ ابن فارس، ۱۴۲۰ق) دیگر ماہرین نے اسے "دیانت" کے مصدر سے لیا ہے اور اس کے مختلف معانی بتائے ہیں، جیسے کہ: عادت، جزا، مکافات، غلامی، فرماں برداری، اور تسلیم۔ (جوہری، ۱۴۰۷ق) کچھ عصری محققین کا ماننا ہے کہ "دین" دراصل کسی مخصوص ضابطے اور قوانین کے تابع ہونے کو ظاہر کرتا ہے، اور اس کے مفہوم میں طاعت، بندگی، محکومیت اور تسلیم شامل ہیں۔ (مصطفوی، ۱۹۸۱م، ج ۳، ص ۲۸۹)

ان تمام تعریفوں میں "اطاعت اور فرمانبرداری" کو مشترکہ بنیاد مانا جاسکتا ہے، جو کہ "دین" کے بنیادی مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔

۱۔۳۔۱ قرآن میں دین کا مفہوم

قرآن مجید میں "دین" کو کئی معانی میں استعمال کیا گیا ہے، جن میں دو بنیادی مفہوم نمایاں ہیں:

۱۔ جزا (بدلہ اور حساب و کتاب)

دین کا مطلب جزا اور بدلہ بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" فاتحہ: ۴
- يَسْئَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ "ذاریات: ۱۲

ان آیات میں "دین" کا مطلب قیامت کے دن حساب و کتاب اور جزا و سزا ہے۔ (راغب اصفہانی، ۱۴۱۲ق۔ لفظ دین)

۲۔ حاکمیت اور اطاعت

دین کا مطلب حاکمیت، فرماں روائی، اور اطاعت بھی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ زمر: ۱۱

اس آیت میں دین کا مفہوم اللہ کی حاکمیت کو قبول کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔

قرآن میں دین کے دیگر استعمالات:

قرآن مجید میں "دین" کو ان دو معانی کے علاوہ دیگر معنوں بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسے کہ:

- **شرک پر مبنی ادیان**

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

- لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ کافرون: ۶
- وَ كَذَلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ۔ انعام: ۱۳۷

ان آیات میں "دین" سے مراد مشرکین کے گمراہ کن عقائد اور طریقے ہیں۔

- **اللہ کا دین**

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "

- أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ۔ آل عمران: ۸۳

یہاں "دین" سے مراد اللہ کی مکمل اطاعت اور فرماں برداری ہے۔

- **اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب**

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

- "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ" نساء: ۱۷۱

- "قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ ۔ مائدہ: ۷۷

ان آیات میں "دین" سے مراد یہودیت اور مسیحیت جیسے مذاہب ہیں۔

- **دین اسلام**

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

- إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلَامُ" آل عمران: ۱۹
- "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ "آل عمران: ۸۵

ان آیات میں "دین" سے مراد اسلام جو کہ مکمل اور برحق دین ہے۔

۲۔ علماء کے نزدیک دین کی تعریف

مختلف علماء نے دین کی تعریف مختلف انداز میں کی ہے۔ ان میں سے بعض اہم نظریات درج ذیل ہیں:

پہلا نظریہ: ایمان اور عقیدہ

آیت اللہ معرفت کے مطابق، دین دراصل ایمان اور عقیدے کا نام ہے۔ وہ فرماتے ہیں: إنّ الدين إيمان و عقيده۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۳) اس تعریف کے مطابق، "عقیدہ" کا مطلب دل کی تصدیق اور یقین ہے۔ یہ مفہوم ایمان کے قریب ہے، لیکن اگر ایمان میں زبانی اقرار بھی شامل ہو تو پھر ایمان، عقیدے سے زیادہ وسیع تصور ہوگا۔ آیت اللہ معرفت مزید فرماتے ہیں کہ دین صرف عقیدہ اور ایمان ہے، اور اسے جبر و زبردستی سے نافذ نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ صرف دلائل اور واضح بیان کے ذریعے قبول کیا جاتا ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۳)

یہ نظریہ فخر رازی کی رائے سے بھی مماثلت رکھتا ہے، جو کہتے ہیں: "دین کا مطلب شریعت میں ایمان ہے" (فخر رازی، ۱۴۲۰ق، ج ۷، ص ۱۷۲)

اسی طرح، علامہ طباطبائی کے مطابق، دین علمی اور عملی حقائق کا مجموعہ ہے۔ ان کے نزدیک ایمان اور عقیدہ دل کے امور میں شامل ہیں، جنہیں کسی پر زبردستی مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ (طباطبائی، ۱۴۱۷ق، ج ۲، ص ۳۴۳)

آیت اللہ جوادی آملی بھی اس نظریے کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں": قرآن میں دین سے مراد اس کے بنیادی اصول اور بنیادی ہدایات ہیں" (جوادی آملی، ۲۰۱۱م، ج ۱۲، ص ۱۶۶) وہ اس بات پر زور دیتے ہیں

کہ فقہی اور حقوقی مسائل، جو اکراہ اور جبر سے متعلق ہیں، اس آیت میں دین کا حصہ نہیں ہیں۔ مثلاً، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حدود اور تعزیرات جیسے احکامات کا تعلق دین کے عملی پہلو سے ہے، جو فرد کے قبولِ دین کے بعد آتے ہیں۔ (جوادی آملی، ۲۰۱۱م، ج ۱۲، ص ۱۶۶)

دوسرا نظریہ: دل کی تصدیق اور جسمانی اطاعت

بعض مسلمان علماء کے مطابق، دین صرف دل کے عقیدے پر مبنی نہیں بلکہ جسمانی اطاعت بھی اس کا لازمی جزء ہے۔ شاطبیؒ کہتے ہیں: "دین وہ ہے جس میں دل کی تصدیق اور جسمانی اطاعت ہو، اور جو وحی کے اصولوں کی پاسداری پر مشتمل ہو" (سجادی، ۱۹۸۷، ج ۲، ص ۸۷۴) شاطبیؒ مزید کہتے ہیں: "دین، ان تمام چیزوں کی جڑ ہے جن کی قرآن اور سنت دعوت دیتی ہے" (شاطبیؒ، ۱۴۱۷ق، ج ۳، ص ۲۳۶)

شریف جرجانی دین کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: "دین ایک الہامی نظام ہے، جو عقلمندوں کو اس چیز کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، جو نبی لے کر آئے ہیں" (شریف جرجانی، ۱۴۰۳ق، ص ۱۰۵) وہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ دین، شریعت، ملت اور مذہب جیسے الفاظ عمومی طور پر ایک جیسے مفہوم رکھتے ہیں، لیکن ان میں کچھ فرق بھی ہے:

"شریعت" دین کہلاتی ہے کیونکہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

"ملت" اس لیے دین کہلاتی ہے کیونکہ ایک قوم یا گروہ اس پر متحد ہوتا ہے۔

"مذہب" اس لیے دین کہلاتا ہے کیونکہ لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (شریف جرجانی، ۱۴۰۳ق، ص ۱۰۵)

تیسرا نظریہ: انسان کا خدا سے تعلق، اطاعت اور شریعت

بلاغی دین کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دین دراصل انسان کے خدا کے ساتھ تعلق کا نام ہے، جو عقیدہ، اطاعت اور شریعت کے پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ (بلاغی نجفی، ۱۴۲۰ق، ج ۱، ص ۱۶۶) وہ سورہ بقرہ کی آیت "وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ" (بقرہ: ۱۹۳) کی تفسیر میں وضاحت کرتے ہیں کہ دین کا مطلب یہاں بھی یہی ہے۔

دیگر مفسرین بھی اس رائے سے متفق ہیں، چنانچہ صادقی تہرانی لکھتے ہیں: الدین ہو الطاعۃ "یعنی دین کا مطلب اطاعت ہے۔ (صادقی تہرانی، ۱۹۸۶م، ج ۴، ص ۲۲۳) وہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ دین کی

حقیقت دنیا میں تین چیزوں پر مشتمل ہے: زبان سے اقرار، دل سے ایمان، عمل کے ذریعے دین پر عمل کرنا۔ یہی حقیقت آخرت میں اطاعت اور نافرمانی کے نتائج کی صورت میں نمایاں ہوگی۔ (صادقی تہرانی، ۱۹۸۶ام، ج ۴، ص ۲۲۳)

چوتھا نظریہ: دین یعنی اطاعت

یہ نظریہ ابن عاشور کا ہے، جو مختصراً بیان کرتے ہیں: "دین کا مطلب شریعت ہے"۔ (ابن عاشور، ندارد، ج ۲، ص ۴۹۹)

ان کے مطابق، شریعت سے مراد وہ تمام احکام ہیں جو نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں۔

۲-۱ تجزیہ و تحلیل

مذکورہ تین نظریات بنیادی طور پر ایک دوسرے سے متفق ہیں اور آیت اللہ معرفت کے موقف کے قریب ہیں۔ اس حوالے سے درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

۱. آیت اللہ معرفت اور ان کے ہم خیال علماء دین کو محض ایک قلبی معاملہ سمجھتے ہیں اور اکراہ (زبردستی) کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر دین کو ایک مکمل نظام سمجھا جائے، تو عقیدہ دین کا حصہ ضرور ہے، مگر پورا دین نہیں۔ قرآن ایمان کے ساتھ عمل صالح کو بھی لازم قرار دیتا ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا (نحل: ۹۷) عملی فرماں برداری کے بغیر محض عقیدہ کافی نہیں، کیونکہ بدعتیں بھی عام طور پر عملی معاملات میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔

۲. اگر ایمان کو دل کی تصدیق سمجھا جائے تو اس میں تین مکتبہ فکر پائے جاتے ہیں:

۱۔ ماتریدیہ اور اشاعرہ ایمان کو صرف دل کی تصدیق مانتے ہیں۔

۲۔ ابو حنیفہ کے پیروکار ایمان کو دل کی تصدیق اور زبانی اقرار مانتے ہیں۔

۳۔ معتزلہ ایمان کو دل کی تصدیق، زبانی اقرار اور عملی اطاعت سمجھتے ہیں۔

شیعہ روایات بھی ان تینوں اجزاء کو ایمان کا لازمی حصہ قرار دیتی ہیں۔

۳. کچھ علماء کے مطابق، دین کے دائرے میں فقہی اور قانونی احکام شامل نہیں ہوتے۔ لیکن لفظ "دین" کے تین ممکنہ معانی ہیں:

پہلا معنی: دین میں اصول اور فروع دونوں شامل ہیں، اور اس میں اکراہ جائز نہیں ہے (سوائے مخصوص حالات میں)۔

دوسرا معنی: اکراہ صرف دین میں داخل ہونے پر ممنوع ہے، لیکن داخل ہونے کے بعد شرعی احکام پر عمل لازمی ہوگا۔

تیسرا معنی: اگر دین صرف عقائد کا نام ہو، تو فقہی احکام اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

پہلا مفہوم زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، کیونکہ قرآن نے "فی الدین" کا لفظ استعمال کیا ہے، جو وسیع تر معنی رکھتا ہے۔

۴. آیت اللہ معرفت دین کو عقیدہ اور ایمان کے مترادف قرار دیتے ہیں، لیکن یہ نظریہ قرآنی اور روایتی دلائل کے مطابق نہیں۔

ایمان اور عقیدہ دین کی بنیاد ہیں، لیکن یہ پورا دین نہیں، کیونکہ عمل بھی اس کا لازمی حصہ ہے۔

۵. قرآن میں آیا ہے: لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (بقرہ: ۲۵۶) یہ آیت صرف ایک خبر (بیانِ واقعہ) نہیں، بلکہ ایک شرعی حکم بھی ہے، جو زبردستی قبولِ دین کو روکتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کو جبر اور زبردستی کے اسباب ختم کرنے چاہئیں، اور فقہاء کو ایسے شرعی احکام بنانے سے روکنا چاہیے جو اکراہ پر مبنی ہوں۔

۲-۲ تکملہ: دیگر نظریات

آیت اللہ معرفت آیت "لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کی تفسیر میں مختلف نظریات کا ذکر کرتے ہیں، جنہیں اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱. قتادہ اور ضحاک کے نزدیک یہ آیت صرف اہلِ کتاب کے بارے میں ہے، جبکہ عربوں کے لیے جو امّی اور بے دین سمجھے جاتے تھے، تلوار کے ذریعے اسلام قبول کرایا جاتا تھا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۸۵)

۲. تابعین میں حسن بصری اور قتادہ، نیز بعض مفسرین جیسے ضحاک کا نظریہ ہے کہ یہ آیت صرف اہلِ کتاب کے لیے مخصوص ہے۔ ان کے نزدیک، اہلِ کتاب جزیہ ادا کر کے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیے جانے سے بچ سکتے ہیں۔

۳. بعض قدیم مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت صرف ایک مخصوص وقت کے لیے تھی، اور بعد میں اس کو دیگر آیات جیسے "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ..." اور "فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا..." نے منسوخ کر دیا۔ یہ سُدی اور ابن زید (اسماعیل بن عبدالرحمٰن، وفات: ۱۲۸ھ عبدالرحمٰن بن زید، وفات: ۱۸۲ھ) کا نظریہ ہے۔

۴. ایک اور نظریہ یہ ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے، یعنی جو لوگ دین چھوڑ چکے ہیں، انہیں بغیر کسی جبر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کا موقع دیا جانا چاہیے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۳)

۵. بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یعنی ان پر اسلام قبول کرنے کے لیے جبر نہیں کیا جا سکتا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۳؛ نیز طوسی، ندارد، ج ۲، ص ۳۱۲)

۶. ایک اور نکتہ یہ پیش کیا گیا کہ جنگ کی وجہ سے جو لوگ مجبور ہو کر اسلام قبول کرتے ہیں، انہیں "مُکرہ" (زبردستی مسلمان بنائے گئے) نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ جنگ کے بعد وہ اسلام پر راضی ہو جاتے ہیں، اور ان کا ایمان درست سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب "لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کہا گیا ہے، تو پھر کچھ لوگوں کو قتل کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زبردستی صرف اسلام قبول کرنے پر نہیں، بلکہ "اظہارِ شہادتین" پر بھی لاگو نہیں ہوتی۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۳، طوسی، ندارد، ج ۲، ص ۳۱۲، اور قرطبی، ۱۹۸۵م، ج ۳، ص ۲۸۰)

کچھ اقوال آیت کے شانِ نزول سے متعلق ہیں، جن کی مزید تحقیق درکار ہے۔ لیکن ان نظریات کو اصل حکم (دین میں جبر کی نفی) کا استثنا نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ دین میں اکراہ کی ممانعت کا اصول برقرار رہتا ہے۔ آیت اللہ معرفت ان تمام نظریات کا احترام کے ساتھ تجزیہ اور تنقید کرتے ہیں۔ قتادہ اور ضحاک کے نظریے پر آیت اللہ معرفت سخت تنقید کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "لاشک أنّه وهم وهموه" "بلاشبہ یہ ایک وہم ہے جس میں وہ مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ نظریہ قرآن کی صریح تعلیمات کے خلاف ہے۔ (آیت اللہ معرفت،

۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۸۵) وہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ: کوئی بھی ناسخ آیت، منسوخ آیت سے پہلے نازل نہیں ہو سکتی، اس لیے نسخ کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں ہے۔

۳۔ تفسیر کے ضمنی مباحث

۳۔۱۔ لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ کا پچھلی آیات سے تعلق

آیت اللہ معرفت کے مطابق، اس آیت سے پہلے کی آیت میں ایمان باللہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں اللہ کی صفات اور انسان کے ساتھ اس کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ ایمان زبردستی حاصل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ صرف معرفت اور شعور کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ہدایت اور گمراہی کے راستے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو چکے ہیں۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۱)

اس کے برعکس، اہلِ سنت کے مفسر ابن عاشور اس آیت کو قتال فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں جنگ) سے جوڑتے ہیں۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ ممکن ہے لوگوں کو یہ گمان ہو کہ اسلام میں جنگ کا مقصد کفار کو زبردستی مسلمان بنانا ہے، لیکن "لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ" اس غلط فہمی کو دور کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دین میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے علاوہ، پچھلی آیات جو اللہ کی عظمت اور وحدانیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں، یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ایسے دین کو جبر کی ضرورت نہیں ہے۔ (ابن عاشور، ندارد، ج ۲، ص ۴۹۹)

۳۔۲ روایات میں اس آیت کا ذکر

آیت اللہ معرفت نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات نقل کی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ ابن عباس کی روایت: ایک انصاری شخص کے دو بیٹے مسیحی ہو گئے اور شام چلے گئے۔ جب وہ مدینہ واپس آئے تو ان کا والد انہیں زبردستی مسلمان بنانا چاہتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: "کیا میں انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کروں؟" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انہیں چھوڑ دو "! پھر آپ ﷺ نے آیت "لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ "تلاوت فرمائی۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۷۹)

۲۔ ابن عباس کی دوسری روایت: بعض انصاری عورتیں یہ منت مانتی تھیں کہ اگر ان کے بچے زندہ رہے تو وہ انہیں یہودی بنا دیں گی۔ جب یہودی قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ سے نکال دیا گیا، تو یہ عورتیں اپنے بچوں کے

بارے میں پریشان ہو گئیں اور نبی ﷺ سے دریافت کیا۔اس موقع پر آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" نازل ہوئی، اور نبی کریم ﷺ نے فیصلہ ان کے بچوں پر چھوڑ دیا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص۲۸۰)

۳۔ مجاہد کی روایت: یہودی قبیلوں بنی نضیر اور بنی قریظہ نے انصار کے کچھ بچوں کو دودھ پلایا تھا اور انہیں اپنے دین پر رکھا تھا۔جب انصار انہیں زبردستی اسلام میں لانا چاہتے تھے، تو یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس سے منع کر دیا گیا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص۲۸۰)

۳۔۳ دین میں جبر کی نفی اور احکامِ جہاد

بعض روایات میں اس آیت کا تعلق جہاد اور کفار کے ساتھ معاہدوں سے جوڑا گیا ہے، ان میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمان مشرک تاجروں سے جنگ نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ جنگ صرف ان لوگوں کے ساتھ جائز ہے جو خود مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص۲۸۳)

۲۔ ابن عباس کی روایت:

آیت "إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ" (توبہ: ۴) ابن عباس کے مطابق یہ آیت ان مشرکوں کے بارے میں ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص۲۸۳)

۳۔ اہلِ سنت کے بعض مفسرین کا نظریہ:

بعض اہل سنت کے مفسرین جیسے ابن جریر طبری، ثعلبی، ابن ابی حاتم ان کے مطابق "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" صرف اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے لیے ہے، جبکہ عرب مشرکین کو زبردستی اسلام قبول کروایا گیا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص۲۸۵)

۴۔احمد اور ابو یعلی کی روایت (انس بن مالک سے)

رسول اللہ ﷺ نے بنی نجار کے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، لیکن اسے قبول کرنے میں ہچکچاہٹ تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" :اسلام قبول کرو، چاہے تمہارا دل نہ چاہے"۔

ابن کثیر وضاحت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے زبردستی نہیں کی، بلکہ صرف خوشخبری دی کہ اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے گا۔ (ابن کثیر، ۱۴۱۹ق، ج ۱، ص ۵۲۲)

اس باب میں دوسری اور بھی روایات ہیں جن کی طرف آیت اللہ معرفت نے اشارہ نہیں کیا خصوصاً شیعہ کتب میں۔ ایک روایت میں امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَا يُكْرَهُ أَحَدٌ عَلَى دِينِهِ، إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهُ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" کسی کو اس کے دین پر مجبور نہیں کیا جاتا، مگر اس وقت جب اس پر ہدایت اور گمراہی واضح ہو چکی ہو۔ (قمی، ۱۹۸۸م، ج ۱، ص ۸۴؛ عروسی حویزی، ۱۴۱۵ق، ج ۱، ص ۲۶۱)

۳۔۴ آیت کے محکم یا منسوخ ہونے کا مسئلہ

اس آیت کے بارے میں ایک اہم بحث اس کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کی ہے۔ آیت اللہ معرفت نے اصطلاحات "أغرب" اور "زعم" استعمال کی ہیں، جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ آیت کے منسوخ ہونے کے نظریے کو رد کرتے ہیں۔ بعض مفسرین، جیسے ابن زید اور عکرمہ، کا خیال ہے کہ آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کو آیاتِ جہاد نے منسوخ کر دیا ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۸۰) آیت اللہ معرفت اس نظریے کو شیخ طوسی اور طبرسی (شیعہ مفسرین)، اور طبری، قرطبیؒ اور ثعلبی (اہل سنت مفسرین) سے نقل کرتے ہیں۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج ۶، ص ۲۸۶؛ طوسی، ندارد، ج ۲، ص ۳۱۲؛ طبرسی، ۱۹۹۳م، ج ۲، ص ۳۶۱؛ طبری، ۱۴۱۲ق، ج ۳، ص ۱۱؛ قرطبیؒ، ۱۹۸۵م، ج ۳، ص ۲۸۰؛ ثعلبی، ۱۴۲۲ق، ج ۲، ص ۲۳۴)

آیت اللہ معرفت نے نسخ کے بارے میں منفی رویے کی وجہ سے یہ اصطلاحات استعمال کی ہیں، جبکہ ابتدائی اور درمیانی صدیوں میں مفسرین جیسے عبداللہ بن مسعود، مجاہد بن جبر، اسماعیل سدی، اور عبدالرحمٰن بن زید نے بھی بعض آیات کے نسخ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (طبرسی، ۱۹۹۳م، ج ۲، ص ۳۶۱؛ طوسی، ندارد، ج ۲، ص ۳۱۲) اہل سنت اور شیعہ فقہاء میں بھی اس پر اختلاف پایا جاتا ہے، جیسے: ابن عربی مالکی، جصاص حنفی، کیاھراسی شافعی، فاضل مقداد اور فاضل جواد نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ علامہ مجلسی کے مطابق، کہا گیا ہے کہ یہ آیت آیاتِ جہاد کے ذریعے منسوخ ہو چکی ہے۔ (مجلسی، ۱۴۰۳ق، ج ۵، ص ۲۹۹) اس کے برعکس، علامہ طباطبائی کا نظریہ مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کا حکم پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی آیاتِ قتال کے باوجود تبدیل نہیں ہوا۔ (طباطبائی، ۱۴۱۷ق، ج ۲، ص ۳۴۴) وہ استدلال

کرتے ہیں کہ آیت میں جو علت بیان ہوئی ہے: "قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ "ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے جب تک اس علت میں کوئی تبدیلی نہ آئے، اس آیت کا حکم بھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔

آیاتِ جہاد یا آیات سیف جیسے" فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ "پس جہاں بھی تم مشرکوں کو پاؤ، انہیں قتل کرو۔ توبہ: ۵۔ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ جب تم کافروں سے ملو، تو ان کی گردنیں مارو۔ محمد: ۴۔ یہ آیات "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کے نزول کے بعد نازل ہوئیں، لیکن ان کے ظاہری تعارض کی بناء پر آیت کو منسوخ قرار دینا درست نہیں۔ خاص طور پر اگر "اکراہ" کو فقہی اور تشریعی جبر سے الگ سمجھا جائے۔

ابن عاشور کا نقطہ نظر دیگر مفسرین سے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" نہ صرف منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ اس نے بعض پرانی آیاتِ قتال کو منسوخ کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ بعد میں آنے والی جنگی آیات (آیاتِ قتال) کو محدود کرتی ہے۔ (ابن عاشور، ندارد، ج ۲، ص ۵۰۰)

۳۔۵ آیت کا شانِ نزول

آیت اللہ معرفت کے نزدیک، اسبابِ نزول کی شناخت قرآن کی تفسیر میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ ان کے بقول، اسبابِ نزول کو جاننے سے قرآن کے معانی واضح ہوتے ہیں اور تفسیر کے مسائل (چاہے وہ اصولی ہوں یا فروعی) حل ہو جاتے ہیں۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۷م، ج ۱، ص ۲۵۶) انہوں نے آیت کے سببِ نزول سے متعلق مختلف مفسرین کے نظریات کو "حسبما جاء فی اسباب النزول" کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

الف۔ آیت کا اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہونا

یہ آیت اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے لیے نازل ہوئی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب ان سے جزیہ لیا گیا تو انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا، لہٰذا ان پر کوئی جبر نہیں کیا گیا۔

ب۔ آیت کا تمام کفار پر نازل ہونا

یہ آیت ابتدا میں تمام کفار کے لیے نازل ہوئی۔ لیکن بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔

ج۔ آیت کا جنگ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کے بارے میں ہونا

یہ آیت ان لوگوں پر نازل ہوئی جو جنگ کے بعد اسلام لائے۔ کچھ لوگوں کو شک تھا کہ یہ لوگ مجبوری میں (اکراہ کے ساتھ) مسلمان ہوئے ہیں۔ مگر آیت واضح کرتی ہے کہ چونکہ وہ اپنی رضا سے اسلام لائے، اس لیے ان پر کوئی جبر نہیں تھا۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۳)

د۔ آیت کا انصار کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہونا

یہ آیت مدینہ کے انصار کے ایک مخصوص گروہ پر نازل ہوئی۔ وہی گروہ، جس کا ذکر روایات میں موجود ہے۔ اسباب نزول کی کتب میں بھی اس بات کی تصدیق کی گئی ہے۔ (واحدی، ۱۴۱۱ق، ص ۸۶)

۴۔ آیت کی تفسیر

آیت کے اس جملے (لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ) کی تفسیر تین بنیادی عناصر پر مشتمل ہے:

۱۔ لفظِ لا

۲۔ اکراہ

۳۔ دین

یہ ممکن ہے کہ تینوں الفاظ کا مجموعی معنی، انفرادی الفاظ کے معانی سے مختلف ہو۔

۴۔۱ "لا" کا معنی

اہلِ لغت اور عربی گرامر کے ماہرین کے مطابق، لا یہاں "نفیِ جنس" کے لیے آیا ہے، اور اِکراہ" اس کا اسم ہے۔ اسی طرح "فی الدین" کا تعلق ایک محذوف خبر سے ہے۔ (دعاس، ۱۴۲۵ق، ج۱، ص ۱۰۹؛ درویش، ۱۴۱۵ق، ج۱، ص ۳۸۹) "لا" کے بارے میں درج ذیل نکات اہم ہیں:

۱۔ لا" کی خبر محذوف ہے اس میں ایک عام فعل جیسے "موجود" کو تقدیر میں لینا چاہیے، لیکن چونکہ لفظ "موجود" خارجی حقیقت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا، اس کا مفہوم "موجود" یا "نافذ" (ممضاة) "اکراہ" کیلئے فرض کیا جا سکتا ہے، یعنی: "دین میں کسی قسم کی زبردستی کو اللہ نے نافذ نہیں کیا"۔

۲۔ اہل ادب کا ماننا ہے کہ "لا" کا استعمال جنس کی نفی کے معنی میں، آیت میں موجود ترکیب، یعنی اسم مفرد کے نصب کے ساتھ، مطلق نفی کو تاکید کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اسی وجہ سے، "لا" نفی جنس کو "لاء تبرئہ" کہا جاتا ہے، جو اسم کی جنس کو خبر سے الگ کرتا ہے۔

۳۔ اگرچہ "لا" کا معنی نفی ہے اور ظاہراً یہ اسم کی خبر کے حکم کے منتفی ہونے کو بیان کرتا ہے، لیکن اس آیت میں نفی کی نوعیت کیا ہے؟ یہ بحث کا موضوع ہے۔ کیا یہ صرف لفظی ساخت میں نفی ہے اور واقعاً نفی ہے اور واقعہ کی رپورٹ ہے، یا اس کا ظاہر نفی ہے لیکن اس کی حقیقت نہی اور تشریع ہے؟ آیت اللہ معرفت کا ماننا ہے کہ اس کا نتیجہ تشریعی ہے (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۷، ج۱، ص ۲۷۴)۔ لہٰذا، ہم آگے چل کر ان کے موقف کی تائید کریں گے۔

۴-۲ جملہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" خبر ہے یا اِنشاء؟

اس آیت کی تفسیر میں ایک اور بحث یہ ہے کہ کیا عبارت "لاإکراہ فی الدین" تشریعی حکم ہے یا تکوینی؟ آیت اللہ معرفت اور دیگر مفسرین نے اس بارے میں مختلف آراء پیش کی ہیں۔

آیت اللہ معرفت کا نقطہ نظر: اگر یہ عبارت خبری قضیہ ہو، تو اس کا نتیجہ دین اور عقیدے میں جبر کی نفی ہے۔ لیکن اگر یہ انشائی حکم ہو، تو یہ ایمان اور عقیدے کو زبردستی مسلط کرنے سے منع کرتا ہے، جو تکوینی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۴)

آیت اللہ معرفت کا نقطہ نظر:

اگر یہ عبارت "خبریہ" ہو، تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ دین اور عقیدے میں جبر و اکراہ کی سرے سے گنجائش ہی نہیں۔ لیکن اگر یہ "انشائی حکم" ہو، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایمان اور عقیدے کو زبردستی مسلط کرنے سے ممانعت کی جا رہی ہے، جو دراصل ایک تکوینی حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۴)

آیت اللہ جوادی آملی نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ آیت تکوینی حکم کی نشاندہی نہیں کرتی، بلکہ یہ ایک تشریعی حکم ہے جو دین میں جبر کو جائز نہیں قرار دیتا۔ (جوادی آملی، ۱۳۹۰، ج۱۲، ص ۱۷۲)

آیت اللہ معرفت کا ماننا ہے کہ عبارت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" ظاہری طور پر خبری ہے اور دین میں جبر کے عدم وجود کی خبر دیتی ہے، لیکن معنوی اعتبار سے یہ ایک نہی اور انشائی حکم ہے، اور درحقیقت یہ ایک تشریعی حکم کے طور پر جبر کی نفی کرتی ہے۔

اِنشاء کو اِخبار کے انداز میں بیان کرنا: قرآن میں تشریعی آیات کو اِخبار کے انداز میں بیان کرنا عام ہے، جیسے آیت "فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ..." جو ایک خبر ہے، لیکن اس میں حکم سازی اور تکلیفی کا پہلو بھی موجود ہے۔ (بیضاوی، ۱۴۱۸ق، ج۱، ص۱۵۵؛ آلوسی، ۱۴۱۵ق، ج۲، ص۱۴)

اکراہ کی نفی میں زیادہ تاکید: جب خبر کو اِنشاء کے ساتھ بدلا جائے، تو نفی (خاص طور پر جنس کی نفی میں) میں منع کی گہرائی اور تاکید میں اضافہ ہوتا ہے، اور یہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے میں بھی مؤثر ہوتی ہے۔ (سید قطب، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۲۹۱)

آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" نہ صرف دین قبول کرنے میں اکراہ (زبردستی) کی نفی کرتی ہے، بلکہ دین کے متصدی افراد کو دوسروں کو اللہ کے دین کو قبول کرنے پر مجبور کرنے سے بھی منع کرتی ہے۔ یہ آیت "وَ لَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا..." اور حدیث "لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ" کے مشابہ ہے۔ (حر عاملی، ۱۴۰۹ق، ج۲۶، ص۱۴)

یہ آیت اپنے نزول سے پہلے اور بعد کے نازل ہونے والے اصول واحکام کو شامل کرتی ہے۔

یہاں چند نکات کی یاددہانی ضروری ہے:

۱. آیات اخباری کا تشریعی ہونا قرآن کے تشریعی اسلوب میں سے ہے، اور اصطلاح میں اسے "اِنشاء بلسان اخبار" کہا جاتا ہے۔ قرآن میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، جیسے آیت شریفہ: "فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا" (آل عمران: ۹۷)۔ حرم میں داخل ہونے والوں کی امنیت کے بارے میں یہ بیان صرف ایک خبر ہے، جس کا خارجی تحقق نہیں ہوا، کیونکہ تاریخ میں امن کے خلاف واقعات رونما ہوئے ہیں۔ یا پھر یہ آیت شرعی حکم تکلیف کی طرف اشارہ کرتی ہے؟ یعنی حج کے متصدی افراد اور خاص طور پر حرم کے حکمرانوں پر واجب ہے کہ وہ حرم امن کے زائرین کی امنیت کو یقینی بنائیں۔

۲. خبر کو اِنشاء سے بدلنے کی حکمت: یہ کہا جاتا ہے کہ "نہی" اگر "نفی" کی صورت میں ہو، خاص طور پر "نفیِ جنس" کی شکل میں، تو اس میں زیادہ گہرائی اور تاکید پائی جاتی ہے، اور یہ ہدایت کی طرف مزید ترغیب دلاتی ہے۔ (سید قطب، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۲۹۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ "خبر"، خاص طور پر جب وہ ماضی کے کسی واقعے کے بارے میں ہو، تو اس کے یقینی تحقق کو بیان کرتی ہے، جبکہ "انشاء" میں تحقق کا امکان باقی رہتا ہے۔

۳. ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت، اپنی اطلاقی وسعت کے ذریعے، تین اہم پہلوؤں کو بیان کرتی ہے:

پہلا پہلو: دین میں جبر و اکراہ کا کوئی حقیقی اثر نہیں ہوتا، یعنی اگر کوئی زبردستی ایمان لے آئے تو وہ حقیقی دین نہیں ہوگا۔

دوسرا پہلو: آیت حکم دیتی ہے کہ دین کے ذمہ داران کسی کو بھی زبردستی دینِ الٰہی قبول کرنے پر مجبور نہ کریں۔

تیسرا پہلو: فقہ اور حقوق سے متعلق جبری اعمال کے تمام اثرات کو کالعدم قرار دیتی ہے۔

اور یہ آیت "وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا" (نساء: ۱۴۱) اور حدیث نبوی معروف "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ" (حر عاملی، ۱۴۰۹ق، ج۲۶، ص ۱۴) کے مشابہ ہے۔ یہ امام صادق علیہ السلام کے اس قول کی طرح نہیں ہے کہ "لَا جَبْرَ وَلَا تَفْوِيضَ" (کلینی، ۱۴۰۷ق، ج۱، ص۱۶۰)، جو صرف خارجی اور تکوینی حقیقت کی خبر دیتا ہے۔ نیز یہ آیت اپنے نزول سے پہلے اور بعد کے تمام نازل ہونے والے اصول و احکام کو شامل کرتی ہے۔

۵۔ تفسیر کے بعد کے مباحث

۵-۱ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کا "تَبَيَّنَ الرُّشْدُ" سے تعلق

"لَاإِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کے فقرے کا پہلے والی آیات سے تعلق کے بارے میں تفسیر میں پہلے ہی اشارہ کیا جا چکا ہے، اس لیے اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس فقرے کے بعد والے جملے «قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ» سے اس کے تعلق کے حوالے سے آیت اللہ معرفت نے کئی زاویوں سے بحث کی ہے:

الف) "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" میں موجود حکم کے تشریعی ہونے کی گواہی: آیت اللہ معرفت نے اس سلسلے میں علامہ طباطبائی (طباطبایی، ۱۴۱۷ق، ج۲، ص ۳۴۳) کے حوالے سے لکھا ہے کہ: یہ کہ عبارت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" میں موجود حکم انشائی اور تشریعی ہے، اس کی گواہی یہ ہے کہ اس کے بعد عبارت "قَدْ

تَبَیَّنَ الرُّشْدُ..." وارد ہوئی ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۴) یہ کہ آیت اللہ معرفت نے علامہ طباطبائی کے کلام کو بغیر کسی تنقید کے نقل کیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس نظریے کو قبول کرتے ہیں۔

ب) دینِ حق اور گمراہی کی وضاحت:

آیت اللہ معرفت کے مطابق "قَدْ تَبَیَّنَ.." کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان درحقیقت وہ ہدایت و فلاح (رُشد) ہے جس کی تلاش انسان پر لازم ہے، جبکہ کفر وہ گمراہی (غیّ) ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۴)

ج) جبر واِکراہ کی نفی کی دلیل:

آیت اللہ معرفت اس بارے میں لکھتے ہیں: ایمان ایک عقلی و استدلالی مسئلہ ہے جو بیان اور ادراک کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے، نہ کہ جبر اور زبردستی کے ذریعے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں فرمایا گیا "قَدْ تَبَیَّنَ... "۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۱) دیگر مفسرین نے بھی اسی موضوع پر بحث کی ہے۔ (جوادی آملی، ۲۰۱۱م، ج ۱۲، ص ۱۷۱؛ ابن عاشور، بی تا، ج ۲، ص ۵۰۲)

۵-۲ "لَاإِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" اور اس سے متعلقہ آیات کا تعلق

آیت اللہ معرفت دین میں جبر واکراہ کی نفی کے ضمن میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ دین اپنی حقیقت میں ایک استدلالی اور قلبی عقیدہ ہے، جسے جبر کے ذریعے قبول نہیں کرایا جاسکتا۔ اسی لیے فرمایا گیا "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"۔

اس کے بعد وہ قرآن کریم کی بعض آیات سے استدلال اور استشہاد کرتے ہیں، جو اسی حقیقت پر مزید تاکید کرتی ہیں۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص ۲۷۲)

ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

- «وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا» (شمس: ۷ و ۸)، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ راستہ سب کے لیے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور کوئی بھی تاریکی میں نہیں چھوڑا جاتا۔
- «فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ... ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ» (روم: ۳۰)، جو دین کی انسان کی فطرت سے ہم آہنگی کو بیان کرتا ہے۔

- «وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ» (کہف: ۲۹).
- «وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ» (یونس: ۹۹).

آیت اللہ معرفت اس کے علاوہ دیگر آیات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو اسی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔

- «إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا» (انسان: ۳).
- «قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ» (یونس: ۱۰۸).

تمام ذکر کردہ آیات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ خداوندِ علیم نے حق و باطل کے راستوں کو واضح طور پر جدا کر دیا ہے، اور انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے درست انتخاب کے ذریعے ہدایت اور سعادت کا راستہ اختیار کرے، یا اپنے غلط انتخاب کے نتیجے میں ضلالت اور شقاوت کی راہ اپنائے۔

یقیناً، جیسا کہ سورہ کہف کی آیت میں آیا ہے: "إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ... إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا" (کہف: ۲۹-۳۱) اور سورہ انسان کی آیت میں فرمایا ہے: «إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا. إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا» (انسان: ۴-۵)۔

یہ آیات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انسانوں کو اپنے انتخاب کی پوری ذمہ داری قبول کرنی چاہیے اور فطری طور پر اپنے فیصلوں کے نتائج کا سامنا کرنا چاہیے۔

۵-۳ نفیِ اِکراہ اور آزادی

اگرچہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کا مفہوم آزادیِ عقیدہ ہے، لیکن آیت اللہ معرفت اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ آزادی ہر قسم کی آزادی نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عقیدے کی آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کو باطل کی تبلیغ کرنے، دوسروں کے عقائد میں دخل اندازی کرنے، یا سماجی نظم کو بگاڑنے کی آزادی

دی جائے، کیونکہ حق واضح ہے اور باطل کی بے مقصدیت بالکل عیاں ہے۔ (آیت اللہ معرفت، ۲۰۰۸م، ج۶، ص۲۷۲)

شہید محمد باقر صدر نے بھی ایک مختلف زاویے سے اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ خاص طور پر، چونکہ آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (دین میں کوئی جبر نہیں ہے) ظاہراً دین قبول کرنے میں جبر کی نفی کرتی ہے، اس لیے بعض لوگوں نے یہ تاثر لیا ہے کہ اسلام انسان کو دین قبول کرنے میں مکمل آزادی دیتا ہے۔ شہید صدر اس غلط تصور کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلام، جو توحید کی بنیاد پر انسان کو بتوں کی غلامی سے آزاد کرنے کے لیے آیا ہے، یہ انسان کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ آزادی کی حدود کو پار کرے اور زمینی بتوں کی غلامی میں واپس لوٹ جائے۔ اس کے علاوہ، اسلام کی ثقافت میں توحید صرف ایک ذاتی رشتہ نہیں ہے، بلکہ یہ انسانیت اور اس کی تہذیب کا بنیادی اصول ہے۔ یہ اسلام کے ان اٹل اصولوں میں سے ایک ہے جن سے کوئی بھی تجاوز نہیں کر سکتا۔

لہٰذا قرآن کا اِکراہ (جبر) کی نفی سے مقصد یہ ہے کہ جب ہدایت، گمراہی سے واضح ہو جائے اور حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے، تو پھر اِکراہ اور جبر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بلکہ اصل میں اِکراہ ممکن ہی نہیں، کیونکہ دین صرف خشک اور بے روح الفاظ یا تقلیدی یادگیری نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عقیدہ اور فکری منہج (طریقہ) ہے۔ (صدر، ۱۴۲۱ق، ص ۳۶۴)

۴-۵ اِکراہ کی نفی اور جہاد کا مقصد

آیت اللہ معرفت اس سوال کے ذریعے کہ اگر دین دلیل و برہان پر قائم ہے اور دھمکی یا خوف بے فائدہ ہے، تو پھر کفار کے خلاف جہاد کا کیا مطلب ہے، اس سلسلے میں متعدد آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیات ":

"وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ... (توبہ: ۱۲)"، "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ... (توبہ: ۳۶)"، "قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ... (توبہ: ۲۹)"، اور "جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ... (توبہ: ۷۳)"

جواب میں، آیت اللہ معرفت جہاد کو انسانی کرامت کے دفاع اور طاغوت کے غرور کو توڑنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ جہاد کا مقصد آزادی کی ضمانت اور رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا ہے: "يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ... (انفال: ۱۵۷)"

جہاد اسلام میں فتنہ اور فساد کو ختم کرنے کے لیے ہے، جیسا کہ آیت "وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ... (البقرہ: ۱۹۳)" میں بیان ہوا ہے۔ جہاد مظلوم کے حق کے دفاع کے لیے ہے: "أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ... (حج: ۳۹-۴۰)" اور ان لوگوں کے خلاف ہے جو مسلمانوں کو ان کے دین سے پلٹانا چاہتے ہیں (بقرہ: ۲۱۷)۔ مسلمانوں کے حقوق کا دفاع ان لوگوں کے خلاف جو جنگ میں شامل نہیں ہیں، ممنوع ہے: "فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ... (نساء: ۹۰)"۔ آیت اللہ معرفت اس موضوع پر اور کفار کے ساتھ معاہدے کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔

خاتمہ

آیت اللہ معرفت آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کی تفسیر میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایمان اور عقیدہ کو زبردستی نہیں مسلط کیا جا سکتا، بلکہ یہ دل کی رضامندی سے ہونا چاہیے۔ وہ دوسرے نظریات پر تنقید کرتے ہیں اور روایات اور شان نزول کی روشنی میں اپنی تفسیر کو مضبوط کرتے ہیں۔ وہ اس آیت کو محکم قرار دیتے ہیں اور اس کے منسوخ ہونے کے نظریے کو رد کرتے ہیں۔ دین کو وہ ایمان اور عقیدہ قرار دیتے ہیں جو فطری طور پر زبردستی کے خلاف ہے، اور اس آیت کو ایک تشریعی حکم سمجھتے ہیں جو دین میں زبردستی کی نفی کرتا ہے۔ وہ عبارت "قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" کو آیت کے تشریعی ہونے اور زبردستی کی نفی کرنے کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس آیت سے ملنے والی آزادی کا مطلب باطل کی تبلیغ یا نظام میں خلل ڈالنا نہیں ہے۔ نیز، جہاد کو وہ انسانی وقار کی حفاظت اور فساد کے خاتمے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں، نہ کہ دین میں زبردستی کا۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

کتابیات

قرآن مجید۔

۱. ابن فارس، احمد بن زکریا. (۱۴۲۰ق). معجم مقاییس اللغۃ (عبد السلام محمد ہارون، محقق). دار الجیل.

۲. ابن کثیر دمشقی، اسماعیل بن عمرو. (۱۴۱۹ق). تفسیر القرآن العظیم (محمد حسین شمس الدین، محقق). دار الکتب العلمیہ.

۳. آلوسی، سید محمود. (۱۴۱۵ق). روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم (علی عبدالباری عطیہ، محقق). دار الکتب العلمیہ.

۴. بلاغی نجفی، محمد جواد. (۱۴۲۰ق). آلاء الرحمٰن فی تفسیر القرآن (واحد تحقیقات اسلامی بنیاد بعثت، محقق). بنیاد بعثت.

۵. بیضاوی، عبداللہ بن عمر. (۱۴۱۸ق). انوار التنزیل و اسرار التأویل (محمد عبدالرحمٰن مرعشلی، محقق). دار احیاء التراث العربی.

۶. ثعلبی، احمد بن محمد. (۱۴۲۲ق). الکشف و البیان (علی عاشور، محقق). دار احیاء التراث العربی.

۷. جوادی آملی، عبداللہ. (۲۰۱۱م). تسنیم/ تفسیر قرآن کریم (محمد حسین الہی زادہ، محقق). مرکز نشر اسراء.

۸. جوہری، اسماعیل بن حماد. (۱۴۰۷ق). الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیہ (احمد عبدالغفور عطار، محقق). دار العلم للملایین.

۹. حر عاملی، محمد بن حسن. (۱۴۰۹ق). وسائل الشیعہ (مؤسسہ آل البیت، محقق). مؤسسہ آل البیت.

۱۰. درویش، محیی الدین. (۱۴۱۵ق). اعراب القرآن و بیانہ. دار الارشاد.

۱۱. دعاس، حمیدان قاسم. (۱۴۲۵ق). اعراب القرآن الکریم. دار المنیر.

۱۲. رازی، فخر الدین، محمد بن عمر. (۱۴۲۰ق). مفاتیح الغیب. دار احیاء التراث العربی.

۱۳. راغب اصفہانی، حسین بن محمد. (۱۴۱۲ق). المفردات فی غریب القرآن (صفوان عدنان داودی، محقق). دار العلم.

۱۴. زحیلی، وہبہ بن مصطفیٰ. (۱۴۲۲ق). تفسیر الوسیط. دار الفکر.

۱۵. سجادی، سید جعفر. (۱۹۸۷م). فرہنگ معارف اسلامی. کومش.

۱۶. شاطبیّ، ابراہیم بن موسیٰ. (۱۴۱۷ق). الموافقات (ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان، محقق). دار ابن عفان.

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

۱۷. شریف جرجانی، علی بن محمد. (۱۴۰۳ق). کتاب التعریفات. دار الکتب العلمیہ.
۱۸. صادقی تہرانی، محمد. (۱۹۸۶م). الفرقان فی تفسیر القرآن بالقرآن. انتشارات فرہنگ اسلامی.
۱۹. صدر، سید محمد باقر. (۱۴۲۱ق). الاسلام یقود الحیاۃ. مرکز الابحاث للشہید الصدر.
۲۰. طباطبائی، سید محمد حسین. (۱۴۱۷ق). المیزان فی تفسیر القرآن. دفتر انتشارات اسلامی.
۲۱. طبرسی، فضل بن حسن. (۱۹۹۳م). مجمع البیان فی تفسیر القرآن. انتشارات ناصر خسرو.
۲۲. طبری، محمد بن جریر. (۱۴۱۲ق). جامع البیان فی تفسیر القرآن. دار المعرفہ.
۲۳. طنطاوی، سید محمد. (ب.ت). التفسیر الوسیط للقرآن الکریم.
۲۴. طوسی، محمد بن حسن. (ب.ت). التبیان فی تفسیر القرآن. دار احیاء التراث العربی.
۲۵. عروسی حویزی، عبد علی بن جمعہ. (۱۴۱۵ق). تفسیر نور الثقلین (سید ہاشم رسولی محلاتی، محقق). انتشارات اسماعیلیان.
۲۶. فیومی، احمد بن محمد. (۱۴۱۴ق). مصباح المنیر. دار الہجرۃ.
۲۷. قرطبیؒ، محمد بن احمد. (۱۹۸۵م). الجامع لاحکام القرآن. انتشارات ناصر خسرو.
۲۸. قمی، علی بن ابراہیم. (۱۹۸۸م). تفسیر قمی (سید طیب موسوی جزائری، محقق). دار الکتاب.
۲۹. کلینی، محمد بن یعقوب. (۱۴۰۷ق). الکافی (علی اکبر غفاری، محقق). دار الکتب الاسلامیہ.
۳۰. مجلسی، محمد باقر. (۱۴۰۳ق). بحار الانوار. دار احیاء التراث العربی.
۳۱. مصطفوی، حسن. (۱۹۸۱م). التحقیق فی کلمات القرآن الکریم. بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب.
۳۲. معرفت، محمد ہادی. (۲۰۰۷م). التمہید فی علوم القرآن. منشورات ذوی القربی.
۳۳. معرفت، محمد ہادی. (۲۰۰۸م). التفسیر الاثری الجامع. منشورات ذوی القربی.
۳۴. واحدی، علی بن احمد. (۱۴۱۱ق). اسباب نزول القرآن (کمال بسیونی زغلول، محقق). دار الکتب العلمیہ.

Bibliography

1. Qurʾān-i majīd [The Holy Quran].
2. Ālūsī, S. M. (1994). Rūḥ al-maʿānī fī tafsīr al-Qurʾān al-ʿaẓīm [The spirit of meanings in Quranic exegesis]. Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya. (Original work published 1415 AH).
3. Balāghī, M. J. (1999). Ālāʾ al-Raḥmān fī tafsīr al-Qurʾān [Divine blessings in Quranic exegesis]. Bunyād-i Baʿth. (Original work published 1420 AH).

4. Bayḍāwī, ʿA. (1997). Anwār al-tanzīl wa asrār al-taʾwīl [Lights of revelation and secrets of interpretation]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī. (Original work published 1418 AH).
5. Darwīsh, M. (1994). Iʿrāb al-Qurʾān wa bayānuh [Grammatical analysis of the Quran]. Dār al-Irshād. (Original work published 1415 AH).
6. Duʿās, Ḥ. (2004). Iʿrāb al-Qurʾān al-Karīm [Grammatical analysis of the Noble Quran]. Dār al-Munīr. (Original work published 1425 AH).
7. Fayyūmī, A. (1993). Miṣbāḥ al-munīr [The illuminating lamp]. Dār al-Hijra. (Original work published 1414 AH).
8. Ḥurr al-ʿĀmilī, M. (1988). Wasāʾil al-Shīʿa [Means of the Shi'a]. Muʾassasat Āl al-Bayt. (Original work published 1409 AH).
9. Ḥuwayzī, ʿA. (1994). Tafsīr nūr al-thaqalayn [Interpretation of the light of the two weights]. Intishārāt-i Ismāʿīliyān. (Original work published 1415 AH).
10. Ibn Fāris, A. (1999). Muʿjam maqāyīs al-lugha [Dictionary of language standards]. Dār al-Jīl. (Original work published 1420 AH).
11. Ibn Kathīr, I. (1998). Tafsīr al-Qurʾān al-ʿaẓīm [Exegesis of the Great Quran]. Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya. (Original work published 1419 AH).
12. Jawādī Āmulī, ʿA. (2011). Tasnīm: Tafsīr-i Qurʾān-i Karīm [Tasnim: Interpretation of the Noble Quran]. Markaz-i Nashr-i Isrāʾ. (Original work published 2011 CE).
13. Jawharī, I. (1987). Al-Ṣiḥāḥ: Tāj al-lugha wa ṣiḥāḥ al-ʿarabiyya [The correct speech: Crown of language and Arabic correctness]. Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn. (Original work published 1407 AH).
14. Jurjānī, ʿA. (1983). Kitāb al-Taʿrīfāt [The book of definitions]. Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya. (Original work published 1403 AH).
15. Kulaynī, M. (1987). Al-Kāfī [The sufficient]. Dār al-Kutub al-Islāmiyya. (Original work published 1407 AH).
16. Majlisī, M. B. (1983). Biḥār al-anwār [Oceans of lights]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī. (Original work published 1403 AH).

17. Maʿrifat, M. H. (2007). Al-Tamhīd fī ʿulūm al-Qurʾān [Introduction to Quranic sciences]. Manshūrāt Dhū al-Qurbā. (Original work published 2007 CE).
18. Maʿrifat, M. H. (2008). Al-Tafsīr al-atharī al-jāmiʿ [The comprehensive traditional exegesis]. Manshūrāt Dhū al-Qurbā. (Original work published 2008 CE).
19. Muṣṭafawī, Ḥ. (1981). Al-Taḥqīq fī kalimāt al-Qurʾān al-Karīm [Investigation of Quranic terms]. Bunyād-i Tarjuma wa Nashr-i Kitāb. (Original work published 1981 CE).
20. Qummī, ʿA. (1988). Tafsīr al-Qummī [Qummi's exegesis]. Dār al-Kitāb. (Original work published 1988 CE).
21. Qurṭubī, M. (1985). Al-Jāmiʿ li-aḥkām al-Qurʾān [The comprehensive collection of Quranic rulings]. Intishārāt-i Nāṣir Khusraw. (Original work published 1985 CE).
22. Rāghib al-Iṣfahānī, Ḥ. (1991). Al-Mufradāt fī gharīb al-Qurʾān [Unusual Quranic terms]. Dār al-ʿIlm. (Original work published 1412 AH).
23. Rāzī, F. (1999). Mafātīḥ al-ghayb [Keys to the unseen]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī. (Original work published 1420 AH).
24. Ṣādiqī, M. (1986). Al-Furqān fī tafsīr al-Qurʾān bi-l-Qurʾān [The criterion in Quranic interpretation by the Quran]. Intishārāt-i Farhang-i Islāmī. (Original work published 1986 CE).
25. Ṣadr, M. B. (2000). Al-Islām yaqūd al-ḥayāt [Islam leads life]. Markaz al-Abḥāth lil-Shahīd al-Ṣadr. (Original work published 1421 AH).
26. Sajjādī, J. (1987). Farhang-i maʿārif-i Islāmī [Dictionary of Islamic knowledge]. Kūmish. (Original work published 1987 CE).
27. Shāṭibī, I. (1996). Al-Muwāfaqāt [Reconciliations]. Dār Ibn ʿAffān. (Original work published 1417 AH).
28. Ṭabarī, M. (1991). Jāmiʿ al-bayān ʿan taʾwīl āy al-Qurʾān [Comprehensive explanation of Quranic interpretation]. Dār al-Maʿrifa. (Original work published 1412 AH).
29. Ṭabāṭabāʾī, M. Ḥ. (1996). Al-Mīzān fī tafsīr al-Qurʾān [The balance in Quranic exegesis]. Daftar-i Intishārāt-i Islāmī. (Original work published 1417 AH).

30. Ṭabrisī, F. (1993). Majmaʿ al-bayān fī tafsīr al-Qurʾān [Collection of explanations in Quranic exegesis]. Intishārāt-i Nāṣir Khusraw. (Original work published 1993 CE).
31. Ṭanṭāwī, S. (n.d.). Al-Tafsīr al-wasīṭ lil-Qurʾān al-Karīm [The moderate interpretation of the Noble Quran].
32. Thaʿlabī, A. (2001). Al-Kashf wa al-bayān [Revelation and clarification]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī. (Original work published 1422 AH).
33. Ṭūsī, M. (n.d.). Al-Tibyān fī tafsīr al-Qurʾān [The clarification in Quranic exegesis]. Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
34. Wāḥidī, ʿA. (1990). Asbāb al-nuzūl [Occasions of revelation]. Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya. (Original work published 1411 AH).
35. Zuhaylī, W. (2001). Al-Tafsīr al-wasīṭ [The moderate exegesis]. Dār al-Fikr. (Original work published 1422 AH).